رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں آمد

(ایک تحقیقی مطالعہ)

(۲)

سید فضل احمد شمسی

(۴)

ہجرت کے واقعہ کی تفصیلات کے بارے میں جو روایات آئی ہیں وہ ایک دوسرے سے بظاہر مطابقت نہیں رکھتیں ۔ ہم نے روایات کے مطالب کو سمجھنے اور ان میں تطبیق دینے کی اپنی کاوش کو ایک مربوط بیـان کی شکل میں اس مقالے کی پہلی قسط میں پیش کیا تھا ۔ یہاں ہم ان روایات سے بحث کریں گے جو اس بیـان سے متصادم نظر آتی ہیں ۔

سب سے پہلے یثرب میں آنحضور ﷺ کی آمد کے موقعہ پر پہلی جائے قیام سے متعلق اختلافی روایت کو لیتے ہیں ۔ یہ روایت امام احمد بن حنبل ، امام مسـلم ، ابن سعـد اور الحاکم وغیرہ نے نقل کی ہے ، جو حضرت براء بن عـازب سے منسوب ہے ۔ اس روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے حضـرت عـازب کـو حضرت براء کی موجودگی میں آنحضور ﷺ کے سـاتھ مـکہ سے ہجرت کا واقعہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہ رات کے وقت مـدینہ پہنچے تو لوگوں مـیں اس پر بحث ہـوئی کـہ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کس کے یہاں قیـام فرمائیں ، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ حضرت عبدالمطلب کے ننھیالی اعزاء بنو النجار کے یہاں قیام کریں گے تاکہ وہ اس طرح ان کی تعظیم بجا لائیں ۔ آپ کی تشریف آوری پر مرد ، عـورتیں بچے اپنے اپنے مـکانوں کی چھتـوں پـر اور گلـیوں مـیں ، ,, یا محـمد یا رسـول اللہ ، ،، کا نعـرہ لگانے لگے ۔ (امام مسـلم) ۔ امام ابن حنبل وغـیرہ کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے

حضرت عـــازب (اور گویا حضرت براء)سے مزید بیـــان کیا کہ جب صبح کو رســـول اللہ ﷺ اٹھے تو انہوں نے (اللہ تعالی کے) حـــکم کے بمـــوجب عمـــل کیا ـ (۱۱۴) روایت کا مندرجہ بالا حصہ کئی لحاظ سے ناقابل قبول ھے ـ

اولاً رات کے وقت بچوں کا گلیـــوں میں آ کر نعـــرہ لگانا ۶۲۲ ء میں بڑا عجیب ســـا لگتا ھے ـ میرا خیال ھے کہ اس زمانہ میں بچے مغرب کے فوراً بعـــد کھا پی کر ســـو جاتے ہوں گے کیونکہ اب سے کچھ پہلے ھمارے قصبات میں جھـــاں برقی روشنی نہیں آتی تھی بچوں کو مغرب سے پہلے ھی کھانا کھلا دیا جاتا تھا اور وہ مغرب کے فوراً بعـــد سلا دیئے جاتے تھے ـ چاند کی خواہ ۸ ـ تاریخ رھی ھـــو خواہ ۱۲ تاریخ لـڑکوں کا راستوں میں آ کر نعرہ لگانا کچھ عجیب ســـا محسوس ھوتا ھے ـ

دوم یہ کہ یہ بھی کچھ عجیب سی بات ھے کہ اللہ تعالی اپنے نبـــی کو یثرب پہنچنے اور ایک شب گذارنے کے بعـــد تو حکم دے کہ وہ کہاں قیام کریں لیکن مـــکہ سے چلتے وقت یا راستہ میں اس کی ھـــدایت نہ کرے کہ یثرب پہنچ کر کہاں قیـــام کرنا ھے ـ اگر یہ مان لیا جائے کہ شروع سے بنو عمرو بن عوف کے ساتھ قیام کا حکم تھا تو کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کی تکریم کی خاطر اللہ تعالی کے حکم کے خلاف عمل کیا ـ

سوم ـ حضرت سلمی بنت عمرو آنحضور ﷺ کی پردادی تھیں ، ان کے اپنے بھائی کا پرپوتا بھی آنحضور ﷺ کا دور پرے کا قرابت دار ھوتا یعنی بہت دور کی رشتہ داری ھوتی ـ حضرت سلمی بـــنت عمـــرو کی والدہ حضرت عمیرہ بنت صخر کا تعلق بنو مازن بن النجار سے تھا ـ بڑا عجیب لگتا ھے کہ محض رشتہ داری کی وجہ سے آنحضور ﷺ قیـــام کا وہ بھی صرف ایک شب کے قیـــام کا ، فیصلہ کریں ـ آنحضور ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابو ایوب کے یہاں قیـــام کیا ـ اس میں کوئی اختلاف نہیں ـ ان کا تعلق مالک بن النجار کے ذیلی قبیلے سے تھا عدی بن النجار یا مازن بن النجار سے نہیں ، آنحضور ﷺ کے قریب ترین اعـــزاء عـــدی بن النجار کے لوگ تھے ظاھـــر ھے کہ حضرت ابو ایوب کے یہاں قیام کا فیصلہ رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں تھا ورنہ بنـــو عـــدی کے رؤساء میں سے کسی کا انتخاب کیا گیا ھوتا ـ

چہارم ـ یہ بات یوں بھی عجیب سی معـــلوم ھوتی ھے کہ (اس حدیث کے مطابق) آنحضور ﷺ جب رات کے وقت مدینہ پہنچتے ھیں تو کئی قبائل یا

بطــون کے لوگ ایک جگہ جمع پائے جاتے ھیں جن میں قیــام کے سلسلہ میں تنازع ھوتا ھے ۔ اگر آنحضورؐ نے انصار کو کسی جگہ جمع ھونے کا حکم کسی سوار کے ذریعہ دے دیا تھا اور اگر ان کا ارادہ بنو النجار کے ساتھ قیــام کا تھا تو انھوں نے کس لئے تمام لوگوں کو مجتمع ھونے کا حکم دیا تھا ۔ ؟

پنجم ۔ روایت میں صرف بنو النجار کا ذکر ھے یہ صراحت موجود نہیں کہ کس بزرگ کے یہاں مقیم ھوئے بلکہ بنو النجار کے اس ذیلی قبیلے کا ذکر تک نہیں جن کے یہاں آپ نے قیام فرمایا ۔ یہ بھی بڑی عجیب سی بات ھے ۔

ششم ۔ تقریباً تمام مہاجرین اس وقت قباء میں مقیم تھے (۱۱۵) ۔ اس سے بھی یہی اندازہ ھوتا ھے کہ آنحضور ﷺ کا ارادہ قبــاء ھی میں قیام کا تھا اور کئی دنوں تک فی الواقع قیام وھیں رھا ۔ پھر ایک رات بنو النجار میں کیوں گذاری ؟

ھفتم ۔ امام احمد بن حنبل اور امام مســلم وغیرہ کی متعلقہ روایت میں مختلف راویوں کے ذریعے اسرائیل بن یونس بن ابو اسحــاق السبیعـی (تقریباً ۱۰۰ ھـ تا تقریباً ۱٦۰ ھـ) تک پہنچتی ھیں جنھوں نے اپنے دادا ابو اسحاق عمــرو بن عبداللہ السبیعــی (تقریباً ۳۳ تا یتقریباً ۱۲٦ ھـ) سے اور ابو اسحاق نے حضرت براء بن عــازب (المتوفی ۷۲ ھـ) سے روایت کی ھے کــہ انھوں نے حضرت ابو بکــر سے یہ بات خــود سنی ۔ یہ حــدیث خبر واحــد ھونے کے باوجود بہت اھم ھے کہ بالآخر بیان خود حضرت ابو بکر تک پہنچتا ھے لیکن سب سے پہلی غور طلب بات یہ ھے کہ اس روایت کے مطابق حضرت ابو بکر حضرت عــازب کے پاس کجاوہ خــریدنے آئے تھے تو حضرت عــازب کی درخواست پر ھجرت کا واقعہ بیان کیا ۔ حضرت براء موجود تھے اور انھوں نے یہ بیان سنا لیکن یہ خیال کرنا کہ حضرت براء نے یہ بیــان اسی وقت قــلمبنــد کر لیا تھا بہت مشکل ھے ۔ بلاشبہ انھوں نے بہت دلچسپی سے ســنا ھو گا اور تمام ضروری باتیں ان کے ذھن میں محفوظ ھو گئی ھوں گی ۔ ممــکن ھے کہ بعــد میں وہ اسے تحــریری شکل میں بھی لے آئے ھــوں لیکن جــو روایات ھم تک پہنچی ھیں ان میں ھم آھنــگی کے باوجــود الفاظ کا بہت فرق ھے جس سے پتہ چــلتا ھے کہ شروع میں روایت زبانی تھی یا بعد کے راویوں نے تحــریری روایت کے ســاتھ تصریف کی ھے (۱۱٦) ۔ علاوہ ازیں المستدرک میں ایک حــدیث آئی ھے جو اسرائیل اور ابو اسحاق ھی کے واسطے سے حضرت براء اور

حضرت ابو بکر تک جاتی ھے اور جس کے متعلق الحاکم کا کہنا ھے۔کہ امام بخاری کے اصول کے تحت صحیح قرار پاتی ھے اس میں جو بیان حضرت ابو بکر سے منسوب ھے وہ امام ابن حنبل وغیرہ کی روایات کے بیان سے بہت مختلف ھے (۱۱۷) ۔

اس سلسلہ میں دوسری غور طلب بات یہ ھے کہ لفظی اختلافات کے باوصف یہ ظاھر ھے کہ حضرت عازب نے حضرت ابو بکر سے غار سے روانہ ہونے اور سفر کے بارے میں سوال کیا تھا ۔ یثرب پہنچنے پر کیا ہوا یہ دریافت نہیں کیا تھا (۱۱۸) ۔ یہ بات یوں بھی واضح ھے کہ حضرت عازب خود بھی ان لوگوں میں ہوں گے جنہیں آنحضور ﷺ کے یثرب آ جانے کے بعد کے تمام اہم واقعات کا علم رہا ہو گا ۔ لہذا انہوں نے یثرب پہنچنے سے پہلے یا پہنچنے تک کا واقعہ بیان کرنے کی درخواست کی ہو گی ۔ (۱۱۹) ۔ لہذا حضرت ابو بکر کا یہ بیان کرنا کہ لوگوں میں قیام کے بارے میں تنازعہ ھوا وغیرہ غیرضروری معلوم ہوتا ھے ۔

ہشتم ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت براء کی اس روایت کے علاوہ جتنی روایات ھم تک پہنچی ھیں ان سب میں بنو عمرو بن عوف یا انکی بستی (قباء) میں آمد کا ذکر ھے ۔ کسی نے بھی بنو النجار کے ساتھ قیام کا کوئی ذکر نہیں کیا ۔ اس سلسلہ میں حضرت انس بن مالک (جو آنحضور ﷺ کی آمد کے وقت اپنے بیان کے مطابق ۹ سال کے تھے اور گویا پہلے دن سے آنحضور ﷺ کی خدمت میں رہے تھے ۔) کا بیان بہت واضح ھے کہ جب آنحضور ﷺ مدینہ (یعنی یثرب) تشریف لائے تو مدینہ (یعنی یثرب) کے بالائی علاقہ میں بنو عمرو بن عوف کے قبیلے میں ۱۴ روز قیام کیا (۱۲۰) ۔ آنحضور ﷺ کی مکہ سے روانگی کے بعد کے سفر کو امام ابن حجر کے بیان کے مطابق زبیر بن بکار نے (حضرت عائشہ سے) اور ابن عائذ نے (ابن عباس سے) مفصل بیان کیا ھے اور قباء تک منزل بہ منزل تفصیلات بیان کی ھیں (۱۲۱) ۔ الحاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت نقل کی ھے جس میں راستہ کی منازل کےذکر کے بعد قباء میں بنو عمرو بن عوف میں پہنچنے کا بیان ھے (۱۲۲) ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابو بکر بن حزم کے حوالے سے بیان کیا ھے کہ کہا جاتاھے کہ ام المومنین حضرت صفیہ نے فرمایا کہ جب آنحضور ﷺ مدینہ (یعنی یثرب) آئے اور قباء میں اترے

تو انکے والد کو اطلاع ملی (۱۲۳)

چنانچہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ روایت کا آخری حصہ ابو اسحاق یا اسرائیل یا ان کے بعد کے کسی راوی نے سہواً یا دانستہ طور پر اصل روایت میں داخل کر دیا ہے ۔ یہاں پر یہ ذکر برمحل نہیں ہو گا کہ ایک بیان کے مطابق حضرت براء کی والدہ کا تعلق خاص بنو مالک ابن النجار سے تھا اور ان کے والد کا بنو الحارث بن الحزرج سے (۱۲۴) ۔ نیز یہ کہ امام بخاری نے اس حدیث کو توصحیح قرار دیا ہے لیکن متعلقہ حصہ کو اپنی کسی روایت میں بھی شامل نہیں کیا ہے ۔

ہم حضرت براء کی حدیث کا سرے سے انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ اسکے اس آخری حصہ کا جس میں بنو النجار کے ساتھ قیام کا ذکر ہے اور جسے امام بخاری نے حدیث متعلقہ کو قبول کر لینے کے باوصف قبول نہیں کیا ہے ۔ جہاں تک تطبیق دینے کا سوال ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس روایت کی دیگر روایات کے ساتھ مناسب انداز میں تطبیق ممکن نہیں ۔

(۵)

اکثر روایات میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ مدینہ / قباء دوپہر کے وقت پہنچے (۱۲۵) بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت براء، حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ ، ابو معشر نجیح اور ابن البرقی کے علاوہ تمام رواۃ کے بیان کے بموجب آنحضور ﷺ مدینہ / قباء دوپہر کو وارد ہوئے ۔ اس امر کے باوصف ہم نے قباء کی آمد کا وقت آخر شب بتایا ہے۔ ہمارے انتخاب کی دو وجوہات ہیں ۔ اولاً ابن اسحاق کی دو روایات ہیں جو حضرت عبدالرحمن بن یزید سے منسوب روایت کی تائید کرتی ہیں ۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابو بکر بن حزم نے کہا ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہ کے بارے میں انہوں نے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا ۔۔۔

" میں اپنے والد (حیی بن اخطب) اور چچا ابو یاسر کی چہیتی تھی : رسول اللہ صلی اللہ جب مدینہ آئے اور قباء میں بنو عمرو بن عوف میں اترے تو وہ دونوں طلوع آفتاب سے قبل ان سے ملنے گئے ۔ (غدا علیہ مغلسین) اور غروب آفتاب کے وقت ہی لوٹے " ۔ (۱۲۶)

ابن اسحاق کی اس روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آنحضور ﷺ جس دن تشریف لائے تھے اسی دن حیی بن اخطب (سردار بنو نضیر بلکہ مدینہ کے تمام

یہودیوں کا سردار اور حضرت صفیہ کا والد) کو انکی آمد کی اطلاع ہوئی اور وہ طلوع آفتاب سے قبل ان سے ملاقات کے لئے روانہ ہو گیا۔ جہاں تک حیی کو اطلاع پہنچنے کا تعلق ہے تو یہ فرض کرنا بہت دشوار ہے کہ آنحضور ﷺ پہنچے تو دوپہر کے وقت ہوں لیکن یہودیوں کے سب سے بڑے سردار کو اسکی اطلاع دوسرے دن صبح کے قریب ملی ہو۔ یہ البتہ ممکن ہے کہ اطلاع تو دوپہر کے قریب ہی مل گئی ہو لیکن وہ ملاقات کے لئے دوسرے دن گیا ہو۔

اب ہم ابن اسحاق کی دوسری روایت کو لیتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بڑے ربی اور عالم و فاضل انسان تھے ۔ ابن اسحاق ان کے خاندان کے ایک غیر مذکور فرد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ۔

" جب میں نے رسول اللہ کے بارے میں سنا تو انکے اوصاف ، انکے نام اور ظہور کے زمانے کی بناء پر میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہیں جنکا ہمیں (یعنی یہودیوں کو) انتظار تھا ۔ اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی لیکن میں اس بارے میں خاموش رہا یہانتک کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے ۔ جب وہ قباء میں بنو عمرو بن عوف میں اترے تو ایک آدمی انکے آنے کی خبر لے کر اسوقت آیا جب میں (اپنے باغیچے میں) ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر کام کر رہا تھا ۔ جب میں نے یہ خبر سنی تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا ۔ میں فوراً رسول اللہ کے پاس گیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا ۔ (۱۲۷) ۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام کو اطلاع دوپہر کے وقت نہیں ہوئی ہو گی ۔ روایات میں جس گرمی کا ذکر آیا ہے وہ ہم دیکھ چکے ہیں ۔ اس گرمی میں دوپہر کے وقت ایک اہم ربی کا درخت پر چڑھ کر کام کرنا بڑی عجیب سی بات ہے اسی طرح اطلاع کرنے والے کا دوپہر میں اطلاع لے کر آنا اور حضرت عبداللہ کا حاضر خدمت ہونا بھی کچھ کم حیران کن بات نہیں چنانچہ حضرت عبداللہ کے پاس اطلاع پہنچنے کا وقت طلوع آفتاب کے قریب کا وقت یا شام کا وقت ثابت ہوتا ہے لیکن روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عبداللہ اسی وقت ، بلکہ اسی ٹوکری کو لئے ہوئے جس میں انہوں نے کھجور توڑے تھے ، آنحضور ﷺ کے پاس گئے اور واپس آ کر اپنے اہل خانہ کو مشرف بہ اسلام کیا ۔ (۱۲۸)

چنانچه اطلاع ملنے کا وقت فجر کا وقت ثابت ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں حضرت صفیه کے بیـــان کا یه مطلب نکلتا ہے که حیی کو بھی فجر کے وقت اطلاع مـــلی اور وہ بھی اطلاع مـــلتے ہی ملاقات کو چل دیا ۔ چنانچه ان دو روایات سے آنحضور ﷺ کا دوپہر میں وارد قباء ہونا ناممکن نہیں تو دور از قیاس ضرور ثابت ہوتا ہے ۔

ہمارے انتخاب کی دوسری وجه مـــدینه کے نام میں التباس اور جمـــعه کے دن آنحضور ﷺ کا بنو ســـالم میں نماز جمعه ادا کرنا ہے ۔ تمام روایات سے یه ظاہـــر ہے که بنو ســـالم کی بستی حره کے قریب واقع تھی اور آنحضور ﷺ جب وہاں پہنچے تھے تو نمـــاز جمعه کا وقت ہو گیا تھا ۔ لہذا ظاہـــر ہے که جمعه کے دن آپ دوپہر کے قریب ہی مدینه پہنچے تھے ۔ اب ہـــم یه فرض کرتے ہیں که دوپہر کے وقت آمد و استقبال کا جو ذکر آیا ہے وہ مـــدینه میں آمـــد و استقبال کا ذکر تھا لیکن بعد کے رواۃ نے یه خیال کرتے ہوئے که یه یثرب میں آمد کا ذکر ہے ان میں سے بعض نے تو مـــدینه کا ہی ذکر کیا لیکن بعض اصحاب نے اپنے خیال میں قبـــاء کا ذکر کر کے بیـــان کو مزید متعین کر دیا اور اس طرح قباء سے مدینه آنے پر جو استقبال ہوا اور اسکا جو وقت تھا وہ قباء میں آمد و استقبال اور اسکا وقت بن گیا ۔ (ہم اس پر واقعاتی ترتیب کے سلسله میں مزید بحث کریں گے ۔)

★ ★ ★ ★ ★

بعض روایات میں مدینه قبـــاء میں آمد کا وقت رات کا بتایا گیا ہے (۱۲۹) ۔ حضرت براء اور حضرت عبدالرحمن بن یزید سے منسوب روایات کے مـــاســـواء جو روایات آئی ہیں ان میں صرف دو شنبه کی شب کا ذکر ہے جو ہمارے بیـــان سے مطابقت رکھتی ہیں ۔ ہم نے حضرت عبدالرحمن کا بیـــان نه صرف قبـــول کیا ہے بلکه یہی روایت ہمارے بیـــان کی اساس ہے ۔ حضرت براء کی روایت کے اس حصه پر جس میں شب کے وقت آمد اور بنو النجار میں قیام کا ذکر ہے خاصی تفصیل سے بحث کی ہے اور اس نتیجه پر پہنچے ہیں که یه حصه اصل روایت کا حصه نہیں ہے ۔

(٦)

ہم نے واقعات کو جس ترتیب سے یہاں پیش کیا ہے وہ تمام مستند مورخین کی روایات سے مختلف ہے بلکه بعض موقعوں پر معتبر کتب احادیث سے بھی بظاہر متصادم معـــلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے ۔

مــدینه میں تشریف آوری کے واقعه کو هم پانچ ذیلی واقعات میں منقسم کر سکتے هیں ـ (۱) قباء میں آمد ـ (ب) مدینه میں آمد اور بنو سالم میں نماز جمعه ـ (ج) قباء سے مدینه میں منتقلی ـ (د) حره کی پشت پر آنحضورؐ کا استقبال ـ (ہ) مدینه میں مختلف بستیوں سے گذر کر مسجد نبوی یا رهائش کی جگه یا دونوں کا انتخاب ـ

(موخر الذکر کو هم دو واقعات میں منقســم کــر ســکتے هیں اول رهائش کی جگه کا انتخاب اور دوم مسجد کی جگه کا انتخاب ـ ایک معاصر کا خیال هے که یه واقعــات ایک دن نهیں بلکه مختلف دنوں میں پیش آئے (۱۳۰) ـ لیکن همیں ایک بهی قــدیـم روایت ایسی نهیں مــلی جس میں یه صراحت پائی جاتی هو ـ)اگر روایات سے قطع نظر صرف امکانات پر انحصار کیا جائے تو یه پانچوں واقعات ایک دن کے بهی هــو سکتے هیں اور پانچ مختلف دنــوں کے بهی هو سکتے هیں ـ اکثر روایات میں ان واقعــات کو دو دنــوں کا واقعه بتایا گیا هے یعنی قبــاء میں دو شنبه کو آمد و استقبال اور چــار دنوں کے بعد مــدینه میں نماز جمعه ، انتخــاب رهائش گاه اور منتقلی (۱۳۱) ـ لیکن یه تقسیم انتهائی مستند روایات سے متصادم هے ـ ام المومنین حضرت عائشه کا بیان هے که آنحضورؐ جب مــدینه (یعنی یثرب) تشریف لائے تو قبــاء میں بنــو عمــرو بن عوف میں دس دن سے زیاده قیام فرمایا (۱۳۲) ـ یہی بیان عروه ابن الزبیر کا هے (۱۳۳) ـ حضرت انس کا بیــان اس سے بهی زیاده تعین کا حامل هے ـ ان کا بیــان هے کــه آنحضــور ﷺ نے قباء میں عمرو بن عوف میں ۱۴ دن قیام فرمایا (۱۳۴) ـ

حضــرت انس کا تعلق بنــو عمــرو بن عــوف سے نهیں ـ بنو عدی بن النجار سے تهاَ) ۱۳۵) بظاهر کوئی وجه نظر نهیں آتی که ان کے اس بیان کو رد کر دینے کے قابل سمجها جائے خصوصاً ایسی صورت میں که نه صرف حضرت عائشه صدیقه اور عــروه کے بیانات سے اسکی تصدیق هوتی هو بلـکه ایـک وضاحت سے(که ابتدائی رواۃ کا بیان یه تها کــه بنو عمرو بن عوف میں چــار روز قیام کے بعد آنحضور ﷺ مدینه تشــریف لائے ، جسکے معنی صرف یه تهے که اتنے دنوں تک مــدینه میں آپکی تشریف آوری نهیں هوئی لیکــن بعد کے رواۃ نے جسکا مطلب یه نکالا که چار روزه قیام کے بعد آنحضور ﷺ قبــاء سے مدینه میں منتقل هو گئے) بظاهر متصادم روایات سے مطابقت پیــدا هو جاتی هے۔ چنانچه هم سمجهتے هیں که یه بات گویا ثابت هے که مدینه میں بنو سالم میں نماز

جمعه ادا کرنے کا واقعه اور حضرت ابو ایوب کے یہاں فروکش ہونے کا واقعه ایک دن کے واقعات نہیں ھیں ۔

یه تو صاف ظاھر ھے که قباء میں آمد اور مدینه میں نماز جمعه کے واقعات ایک ھی دن کے نہیں ھو سکتے که ایک واقعه دو شنبه کو پیش آیا تھا اور دوسرا جمعه کے دن (۱۳۶) ۔

نیز روایات سے یه قطعی طور پر ثابت ھے که یثرب یعنی قباء میں آمد اور مسجد و رھائش کی جگه کے انتخاب کے واقعات ایک دن کے واقعات نہیں ھیں ۔ چنانچه هم اسے ثابت شده متصور کرتے ھیں که یه پانچ واقعات کم از کم تین دنوں سے تعلق رکھتے ھیں (۱) قباء میں تشریف آوری کا دن ۔ (۲) بنو سالم میں نماز جمعه کا دن ۔ اور (۳) مدینه منتقل ھونے کا دن ۔ یوں تو باقی دو واقعات بھی مزید دو دنوں کے ھو سکتے ھیں لیکن قیاس غالب ھے که استقبال انھی تین دنوں میں سے کسی ایک دن (یا ھو سکتا ھے تینوں دن یا کسی دو دن) کیا گیا ۔ جہاں تک رھائش و مسجد کی جگه کے انتخاب کا تعلق ھے تو یه بنو سالم میں نماز کے دن کا یا منتقلی کے دن کا واقعه ھو سکتا ھے ۔ اب همیں دیکھنا ھے که استقبال اور مسجد کی جگه کے انتخاب کے بارے میں جو روایات آئی ھیں انکا کس کس دن سے تعلق ثابت ھوتا ھے ۔

استقبال کے سلسله میں سب سے پہلے امام البخاری کی ابن شہاب کے واسطے سے عروه بن الزبیر کی روایت کو لیتے ھیں :۔

مدینه کے مسلمانوں نے رسول الله کا مکه سے روانه ھونا سن لیا تو وه هر روز علی الصباح (یغدون کل غداۃ) حره پر آتے اور اس وقت تک ان کا انتظار کرتے جب تک دوپہر کی گرمی انہیں پلٹنے پر مجبور نه کر دیتی ایک دن انتظار کے بعد وه واپس ھو گئے تھے اور اپنے اپنے گھر پہنچ گئے تھے که ایک یہودی نے جو اپنے ایک اطم سے یه دیکھا کرتا تھا اس نے رسول الله اور ان کے ساتھیوں کو سفید لباس میں دیکھا ۔ وه اپنے آپ کو بلند آواز میں چیخنے سے نه روک سکا ، „ اے عربو ۔ تم اپنے جس بزرگ کا انتظار کر رھے ھو وه آ گیا ۔ مسلمانوں نے ھتھیار باندھے اور حره کی پشت پر آنحضور ﷺ سے آ ملے ۔ رسول الله ان کے ساتھ دائیں جانب کی طرف مڑ گئے یہاں تک که رسول الله لوگوں کے ساتھ بنو عمرو بن عوف میں اتر گئے ۔ یه ربیع الاول کے

مہینہ میں دو شنبہ کا دن تھا آنحضور ﷺ خاموشی سے بیٹھے رہے اور حضرت ابو بکر کھڑے لوگوں سے گفتگو کرتے رہے ۔ وہ انصار جو حاضر ہوئے انھیں نہیں پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں اور حضرت ابو بکر کون ہیں ۔ یہاں تک کہ دھوپ آنحضور ﷺ پر پڑنے لگی ۔ حضرت ابو بکر نے آگے بڑھ کر اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا ۔ اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کون ہیں ۔

رسول اللہ ﷺ نے بارہ راتوں سے زیادہ بنو عمرو بن عوف میں قیام کیا اور اس مسجد کی بناء ڈالی جس کی بناء تقوی پر پڑی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز ادا کی بعدہ ، وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے ، لوگ ان کے ساتھ پیدل چلتے رہے یہاں تک کہ اونٹنی مدینہ میں مسجد نبوی کی جگہ بیٹھ گئی ۔ (۱۳۷) ۔

اب ہم ابن اسحاق کا بیان نقل کرتے ہیں ۔ ابن اسحاق نے محمد بن جعفر ابن الزبیر سے اور انھوں نے عروہ بن الزبیر سے اور عروہ نے عبدالرحمن بن حضرت عویم بن ساعدہ سے اور عبدالرحمن نے اپنی قوم کے ان بزرگوں سے جو آنحضور ﷺ کے اصحاب میں سے تھے روایت کی ہے تقریباً یہی روایت امام البخاری نے عروہ کی سند سے روایت کی ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے ۔ روایت یہ ہے : ۔

جب ہمیں آنحضور ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی اطلاع ملی ، اور ہم ان کی تشریف آوری کا شدت سے انتظار کر رہے تھے تو ہم نماز صبح کے بعد اپنے حرہ کی پشت کو نکل جایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا کرتے تھے اور واللہ اس وقت تک نہیں لوٹا کرتے تھے جب تک کہ سورج ہمارے سروں پر نہ آ جاتا تھا ۔ (حتی تغلبنا الشمس علی الظلال) چنانچہ جب سایہ نہیں ملتا تھا تو ہم اپنے گھروں کو واپس ہو جاتے تھے (دخلنا) یہ گرمی کے دنوں کی بات ہے یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس دن آنحضور ﷺ تشریف لائے ۔ ہم جس طرح جمع ہوا کرتے تھے اس دن بھی جمع ہوئے (یا بیٹھے)(جلسنا کما کنا نجلس) یہانتک کہ جب سایہ نہ رہا تو ہم اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ آنحضور ﷺ اسوقت پہنچے جب ہم اپنے مکانوں میں داخل ہو چکے تھے ۔ جس شخص نے سب سے پہلے آپ کو دیکھا

وہ ایک یہودی تھا ۔ ہم جو کیا کرتے تھے اس نے دیکھا ہوا تھا اور اسے معلوم تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا کرتے ہیں ۔ وہ بلند آواز سے چلایا ۔ اے بنی قیلہ ۔ تمہارا بزرگ آ گیا ۔ ہم آنحضور ﷺ کی طرف چل پڑے وہ ایک کھجور کے درخت کے سایہ میں تھے ۔ حضرت ابو بکر ان کے ساتھ تھے جو آنحضور ﷺ کی سی عمر کے تھے ۔ ہم میں سے اکثر نے اس سے قبل آنحضور ﷺ کو دیکھا نہیں تھا۔لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ دو میں سے رسول اللہ کون ہیں ۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ پر سے سایہ ہٹ گیا تو حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر آنحضور ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں ۔ (۱۳۸) ۔

اس روایت کے بعد ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جیسا کہ کہا جاتا ہے کلثوم بن الهدم کے یہاں فروکش ہوئے (۱۳۹) ۔ اس روایت سے فوراً پیشتر قباء میں بنو عمرو بن عوف میں دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کے روز دوپہر میں آمد کا ذکر ہے ۔ (۱۴۰) ۔ یہ روایت دو وجوہات کے باعث قباء میں آمد کے دن بنو عمرو میں پہنچنے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتی معلوم ہوتی ہے ۔ ایک تو ترتیب بیان (قباء میں آمد کا ذکر ۔ استقبال کا ذکر ۔ قباء میں فروکش ہونے کا ذکر ۔) (۱۴۱) دوسرے رواۃ کا بنو عمرو بن عوف سے تعلق کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ قوم سے مراد قبیلہ ہے ۔ یعنی اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انصار خصوصاً قباء کے لوگ حرہ سے آگے آ کر انتظار کیا کرتے تھے اس خیال کو ابن سعد کے بیان سے تقویت ملتی ہے ۔ ہم بیان کا ایک ٹکڑا یہاں پیش کرتے ہیں ۔

" (آنحضور ﷺ) عقیق کے نشیب کو عبور کر کے الجثاثہ پہنچے ۔ یہاں آپ نے فرمایا ہمیں کون بنو عمرو بن عوف کے راستہ کی طرف اس طرح لے جائے گا کہ مدینہ قریب میں نہ آئے ؟ ۔تو الظبی کے راستہ الحرۃ العصبہ پر سے گذرے ۔ مہاجرین آنحضور ﷺ کا اپنے پاس آنے کا بہت دنوں سے انتظار کر رہے تھے ۔ وہ انصار کے ساتھ سحر کے وقت الحرۃ العصبہ کی پشت پر جایا کرتے تھے (یغدون) وہ دن کی پہلی گھڑی (الاول النہار) میں آنحضور ﷺ کی آمد کی توقع کرتے تھے ۔ جب سورج کی گرمی انہیں جلا دیتی تھی تو اپنی اپنی جائے رہائش کو واپس ہو جاتے تھے۔ جب وہ دن آیا جس دن رسول اللہ پہنچے ،

اور یہ دن دو شنبہ (۱۲) ربیع الاول کا تھا (۱۳۲) اور کہا جاتا ھے کہ ۲ ربیع الاول کی تاریخ تھی ، وہ اسی طرح جمع ہوئے جس طرح جمع ہوا کرتے تھے اور جب سورج کی گرمی سے جل گئے تو اپنے گھروں کو واپس ہو گئے ۔ تو اسوقت ایک یہودی اپنے اطم پر سے بلند آواز سے چیخا اے بنی قیلہ ۔ تمہارا صاحب آ گیا ۔ تو وہ لوگ نکل کھڑے ہوئے اور آنحضور ﷺ اور ان کے تین ساتھیوں کو دیکھا ۔ بنو عمرو بن عوف میں غلغلہ ہوا اور تکبیر بلند ہوئی ۔ مسلمانوں نے ہتھیار باندھ لئے۔ جب آنحضور ﷺ قباء پہنچے تو بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکر کھڑے لوگوں سے گفتگو کرتے رہے ۔ مسلمان آنحضور ﷺ کو سلام کرنے حاضر ہوئے ۔ رسول اللہ حضرت کلثوم بن الھدم کے یہاں فروکش ہوئے(۱۳۳)

آئیے اب ذرا ان بیانات پر غور کریں ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یثرب میں آنحضور ﷺ کی آمد متوقع تھی لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ انصار تو کیا مہاجرین بھی آنحضور ﷺ کے روانہ ہونے کی اطلاع کے بغیر یونہی علی الصبح حرہ کی پشت پر نہیں آیا کرتے ہونگے ۔ ان روایات میں بھی اس طرح کے انتظار کا آغاز مکہ سے روانگی کی اطلاع ملنے کے بعد ھی ہوتا ہے۔ لیکن روایات سے ظاہر ہے کہ حرہ کی پشت پر آنے کا واقعہ ایک یا دو دن کا نہیں بلکہ کم از کم تین چار دنوں کا واقعہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا ہے۔ تمام روایات سے ظاہر ہے کہ مکہ سے روانگی کا فیصلہ یکایک ہوا ۔ یعنی روانگی سے دو چار دن پہلے بھی کسی کو اطلاع کرنے نہیں بھیجا گیا ہوگا ۔ برٹن کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اطلاع پانچویں دن سے پہلے نہیں پہنچ سکتی تھی (۱۳۴) بلکہ جس قسم کی گرمی کا زمانہ بتایا جاتا ہے اس میں تو چھٹے دن سے پہلے اطلاع ناممکن معلوم ہوتی ھے ۔(۱۳۵) آنحضور ﷺ چونکہ دوشنبہ کو مکہ سے روانہ ہوئے اور دوشنبہ کو یثرب پہنچے تو ظاہر ہے کہ سفر ایک ہفتہ کا رہا ۔[دو یا دو سے زیادہ ہفتہ نہ لگنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ روانگی کی ساری رات اور دوسرے دن دوپہر تک سفر کرتے رہے تھے اور سہ پہر میں پھر جادہ پیما ہوئے تھے (۱۳۶) ۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے وہ دوسرے ھی دن سہ شنبہ کو قدید پہنچے ہونگے نہ کہ آٹھویں دن (۱۳۷)) ۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ آنحضور ﷺ دوشنبہ کو گھر سے چلے تھے اور غار ثور سے پنج شنبہ کو روانہ ہوئے تھے تو ماننا پڑے گا کہ انہیں قدید پہنچنے میں پانچ دن لگ گئے تھے جو مستقل طور پر سفر کرنے والے کے لئے غیر معمولی طور پر بڑی مدت ہے]- ایسی صورت میں کتنی دن الحرة العصبه کی

پشت پر آکر لوگوں کا انتظار سمجھ میں نہیں آتا ۔ اب اگر یہ فرض کیا جائے کہ ابن سعد کی روایت میں جو مہاجرین کا ذکر آیا ہے بعد کی پیداوار ہے (کہ عروہ کی روایت میں اس کا ذکر نہیں) اور یہ کہ عروہ کی یہ روایت بھی جو امام البخاری نے نقل کی ہے عبدالرحمن بن عویم بن ساعدہ سے ھی حاصل کردہ ہے لیکن اس میں مدینہ کا جو لفظ آیا ہے وہ عروہ نے سوچ سمجھ کر (یعنی مدینہ ھی کیلئے) استعمال کیا ہے تو مسلمانوں کا حرہ کی پشت پر آنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جب آنحضور ﷺ کی مکہ سے یثرب آنے کی اطلاع مدینہ کے مسلمانوں کو ھوتی ہے تو وہ مدینہ سے باھر آکر جہاں حرہ شروع ھوتا تھا آنحضور ﷺ کا انتظار کیا کرتے تھے اور یہ کہ انہیں ایسا پانچ دن کرنا پڑا اور بالآخر جس دن آنحضور ﷺ قباء سے باھر آئے اس دن وہ انتظار کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے کہ آنحضور ﷺ کی آمد کی اطلاع ملتے ھی دوڑ پڑے اور حرہ کی پشت پر آکر استقبال کیا ۔ (افسوس کہ مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے اس کی وضاحت ھوتی کہ پشت حرہ سے رواۃ کی کیا مراد تھی ۔ میں نے اس خیال کے تحت کہ مدینہ سے پرلی طرف کے کنارے کو سامنے کا اور مدینہ کی طرف کے کنارہ کو پیچھے کا کہا جاتا ھوگا ۔ مندرجہ بالا رائے قائم کی ہے ۔ اگر مکہ سے آنے والا حرہ عبور کرنے سے پہلے پشت حرہ پر آتا ھوا خیال کیا جاتا تھا تو یہ دعوی کرنا مشکل ھوگا کہ امام البخاری اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایات میں جس استقبال کا ذکر ہے وہ مدینہ کے لوگوں سے منسوب ھونا چاھیئے یا قباء کے انصار سے ۔)اس خیال کی تائید ابن اسحاق کی ان دو روایات سے ھوتی ہے جن کا اقتباس ھم نے اوپر پیش کیا ہے اور جن سے ظاھر ھوتا ہے کہ حیی بن اخطب اور حضرت عبداللہ کو آنحضورؐ کی قباء میں آمد کی اطلاع اسی دن ملی اور یہ کہ دونوں کو اطلاع طلوع آفتاب سے قبل ملی ۔

علاوہ ازیں روایات میں آیا ہے کہ بنی اوس اور بنی خزرج میں دشمنی کا سلسلہ جاری تھا یہاں تک کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے سوا بنی خزرج کے کسی بھی قابل ذکر انصار کا قباء میں آکر رسول اللہ سے ملنا ثابت نہیں (۱۴۸) اس سے بھی اس خیال کی تائید ھوتی ہے کہ مدینہ ھی کے انصار آبادی سے باھر آکر حرہ کے پاس آنحضور ﷺ کا انتظار کیا کرتے تھے ۔

یہ بات تو بذات خود واضح ہے کہ جمعہ کے دن جب آنحضور ﷺ قباء سے مدینہ آئے تو انکا استقبال کیا گیا ھوگا اور یہ کہ استقبال حرہ کے قریب ھی کیا

گیا ہوگا (۱۴۹)۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ وادی رانونا میں جہاں بنوسالم کی بستی تھی آنحضور ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور مسلمانوں سے خطاب کیا۔ ظاہر ہے کہ اس دن آنحضور ﷺ حرہ کے پاس (یعنی حرہ اور مدینہ کی سرحد پر) دوپہر کے وقت ھی تشریف لائے ہونگے اور چونکہ یہ ان کی مکہ سے هجرت کے بعد مدینہ میں پہلی آمد تھی وادی رانونا یا اس کے قریب مدینہ کے انصار نے ان کا استقبال کیا ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس استقبال کا بیان کہاں ہے ؟ (۱۵۰)۔ یہ کہنا کہ اس کے بارے میں روایات قلمبند نہیں ہوئیں بڑی عجیب بات ہوگی۔ یہ امر ہر لحاظ سے ظاہر ہے کہ قباء اور بنو عمرو بن عوف سے کہیں زیادہ مدینہ اور بنو الخزرج خصوصاً بنوالنجار کی اہمیت تھی۔ ایسی صورت میں مدینہ میں استقبال کا سرے سے ذکر نہ ہونا بہت ھی عجیب بات ہوگی۔ ہمارے خیال میں سوال کا جواب سامنے ہے۔ جس استقبال کا ذکر احادیث و تاریخ کی کتب میں مذکور ہے وہ یہی استقبال ہے جمعہ کے دن بنوسالم کی بستی اور حرہ کے درمیان۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جس دن آنحضور ﷺ قباء سے مدینہ منتقل ہوئے اس دن بھی مدینہ کے انصار نے مدینہ کی بستیوں سے باھر آ کر ان کا استقبال کیا ہوگا۔ اس کے بارے میں حضرت انس وغیرہ کی روایت موجود ہے (۱۵۱) اور اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ کسی اور موقع کا ہے بنو سالم میں نماز والے دن کا نہیں۔

یہاں پر ایک شبہ کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ امام البخاری اور ابن اسحاق کی روایات میں آتا ہے کہ حرہ کی پشت پر جب انصار آنحضور ﷺ سے آملتے ھیں تو آنحضور ﷺ انکی معیت میں دائیں طرف کو مڑ جاتے ھیں بلکہ ایسا لگتا ھے کہ راستہ مستدیر صورت کا ھےجس پر آنحضور ﷺ دائیں طرف کو چلتے رھے۔ اس سے تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ انصار کے آ ملنے کی جگہ مدینہ اور قباء کے درمیان رہی ہوگی۔ جہاں سے آپ دائیں طرف کو مڑے یا مڑتے رھے۔ چنانچہ یہ استقبال قباء میں آنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہےلیکن اسکی دو توجیہیں ممکن ھیں۔ اول یہ کہ قباء اور مدینہ میں آمد کے موقعوں پر استقبال کے بیان گڈمڈ ہوگئے ھیں اور دوسرے یہ کہ ہمارا اندازہ ھی سرے سے غلط ہے۔ السمہودی کا بیان ہے کہ زمانہ جاھلیت میں لوگ جب مدینہ آتے تھے تو پہلے ثنیۃ الوداع جاتے تھے (۱۵۲)۔ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے اپنی کتاب Battle f ields میں

جو نقشہ دیا ہے اس میں انہوں نے ثنیۃ الوداع کو مسجد قباء کے جنوب مغرب میں دکھایا ہے(۱۵۳) ۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے ایک نمایاں ٹیلا کہا ہے اور اسکی تصویر دی ہے جس کے نیچے'(مدینہ کے جنوب میں) قباء میں ثنیۃ الوداع'رقم ہے (۱۵۴) ہم نے استقبالیہ اشعار کا اوپر ذکر کیا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے :

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

یعنی چودھویں کا چاند ہم پر ثنیات الوداع سے طلوع ہوا اگر ہم یہ فرض کریں کہ قباء میں آمد کے موقعہ پر یہ اشعار گائے گئے تو اسکے معنی یہ ہوئے کہ انصار کو پہلے سے معلوم تھا کہ آنحضور ﷺ ثنیۃ الوداع کے راستے سے ھی داخل ہونگے۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کوئی ایک راوی بھی قباء میں آمد کے سلسلہ میں ثنیۃ الوداع کا ذکر نہیں کرتا ۔ دوم ابن سعد کی روایت میں آنحضور ﷺ فرمائش کرتے ھیں کہ انہیں ایسے راستے سے قباء لے جایا جائے جو مدینہ سے بچ کر نکلے لیکن ثنیۃ الوداع کا ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے نقشہ میں جو مقام ہے اسے دیکھ کر جو نتیجہ نکلتا ھے وہ یہ ھے کہ فرمائش غیر ضروری تھی یا یہ کہ استقبالیہ اشعار قباء میں نہیں مدینہ میں گائے گئے تھے نیز یہ کہ آنحضور ﷺ مسجد قباء سے مدینہ ثنیۃ الوداع سے ہوتے ہوئے گئے تھے ۔ اور استقبال کے سلسلہ میں جس جگہ کا ذکر آتا ہے وہ یہی جگہ رھی ہوگی اور ایک روایت میں جس ٹیلے جیسے ابھار کے سایہ میں لوگ انتظار کرتے ہوئے پائے جاتے ھیں وہ یہی ٹیلا رہا ہوگا (۱۵۵) ۔ چنانچہ ثنیۃ الوداع سے دائیں مڑنا بلکہ چکر لگانا سمجھ میں آ جاتا ہے یعنی اس توجیہہ کے مطابق عروہ کی روایت میں دائیں مڑنے کا فی الواقع بیان رہا ہوگا جس کے معنی دراصل قباء سے مدینہ آتے ہوئے دائیں طرف دبتے رہنا تھا ، قباء سے شمال میں کسی جگہ پہنچنے اور پھر وھاں سے قباء کی طرف مڑنے کا ذکر نہ تھا ۔ راقم الحروف کو ان جگہوں کی زیارت کا شرف نہیں ۔ نیز ایسی کوئی واضح اور قابل اعتماد روایت اس کے سامنے نہیں جس سے ان جگہوں اور ان کے درمیان کے راستوں کا تعین کیا جا سکے ۔ ابن سعد کی روایت میں الحرۃ العصبہ کا ذکر ہے جس کے بارے میں السمہودی کا بیان ہے کہ قباء کے مشرق میں وادی رانونا کے اختتام پر ہے۔ اس کے برعکس دیگر روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور وادی العقیق جو یثرب کی مغربی سرحد معلوم ہوتی ہے کو عبور کرکے مغرب کی طرف سے قباء میں داخل ہوئے ۔ رچرڈ برٹن نے جہاں پرالحرۃ الوبرہ کو عبور کیا تھا'جسے وہ مدرج کہتا ہے'

وہ جگہ مدینہ اور قباء کے درمیان واقع ہے۔

اب جب کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دوپہر کے وقت آمد اور استقبال کا جو ذکر آیا ہے وہ جمعہ کے دن مدینہ میں تشریف لائے اور حرہ کے پاس استقبال کا ذکر ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قباء میں آمد کے بارے میں کیا روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ ابو معشر نجیح اور ابن البرقی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آمد کے لئے رات کا وقت بتایا تھا (۱۵٦)۔ السمہودی نے رزین سے روایت کی ہے کہ رزین نے یحیی الحسینی کی کتاب اخبار المدینہ میں مجمع بن یعقوب بن حضرت مجمع بن یزید بن جاریہ کا بیان پڑھا تھا مجمع نے یہ روایت اپنے والد (یعقوب بن مجمع بن یزید بن جاریہ) اور (سعید بن عبدالرحمن بن یزید بن رقیش کی معرفت حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ سے کی تھی (۱۵۷)۔ یہ روایت خاصی مفصل ہے اور حضرت عبدالرحمن کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا اور وہ الانصاری القبائی کہلاتے ہیں (۱۵۸)۔ یہ روایت شاذ ہے لیکن دیگر روایات کے ساتھ نہ صرف اس کی تطبیق ممکن ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ قباء میں آمد سے متعلق جو روایات آئی ہیں ان میں سے صرف یہی ایک روایت ہے جس کے بارے میں یہ شبہ ممکن نہیں کہ مدینہ میں آمد سے متعلق ہے نہ کہ قباء میں آمد سے۔

ایک اور بات بھی اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہے۔ وہ صوم عاشوراء سے متعلق روایات ہیں جن میں یہ بیان آتا ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ (یعنی یثرب) پہنچے تو انہوں نے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھے پایا تو حکم دیا کہ مسلمان بھی روزہ رکھیں ۔ خصوصاً وہ روایات جن میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا وہ کچھ کھا پی چکے ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ کچھ لوگ کھا چکے اور کچھ لوگوں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں تو آنحضور ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے کچھ کھایا پیا نہیں وہ روزہ پورا کریں اور جو کھا پی چکے ہوں وہ باقی دن روزہ سے رہیں (۱۵۹)۔ حضرت ربیع بنت معوذ وغیرہ کی روایت ہے کہ عاشوراء کے روز صبح میں آنحضور ﷺ نے انصار کی بستی میں کہلا بھیجا کہ جنہوں نے کھایا نہ ہو وہ روزہ پورا کریں اور جنہوں نے کھا پی لیا ہو وہ باقی دن روزہ میں گزاریں۔ اگر یہ واقعہ اس دن کا ہے جس دن آنحضور ﷺ یثرب میں آئے تو صاف ظاہر ہے کہ دوشنبہ کے آغاز کے بعد وارد قباء ہوئے یعنی دوشنبہ کی شب میں یا دوشنبہ کی صبح میں (۱٦۰)۔

اب یہ امر کہ جس صوم عاشوراء کا ذکر ہے وہ ۱ ھ کا واقعہ ہے یا ۲ ھ وغیرہ کا ، میرے خیال میں ان روایات سے خود ثابت ہے ۔ حضرت ابن عباس وغیرہ کی روایت میں ,, قدم ،، کا لفظ ہے جس کے معنی تشریف لانے کے بھی ہیں اور پہنچنے کے بھی ۔ اگر تشریف لانے کے معنی بھی تسلیم کئے جائیں پھر بھی ان روایات کا تعلق ۱ ہجری سے رہتا ہے ۔ (مدینہ میں آمدکے تقریباً ایک سال کے بعد کے واقعہ کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ جب آپ تشریف لائے) ۔ علاوہ ازیں ان روایات سے یہ واضح ہے کہ آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم صبح میں دیا تھا ۔ جبکہ یہ روزہ یہودی تقریباً ۲۵ گھنٹے کا رکھتے ہیں یعنی مغرب سے آدھ گھنٹہ پہلے شروع کرتے ہیں (۱٦۱) اور دوسرے دن مغرب کے آدھ گھنٹہ بعد ختم کرتے ہیں ۔ یعنی روزہ شروع ہونے کے دس گیارہ گھنٹہ بعد آنحضور ﷺ نے یہ فیصلہ کیا ۔

۲ ہجری یا بعد میں یہ فیصلہ بہت ہی عجیب سا ہوگا ۔ روزہ کے آغاز سے پہلے فیصلہ کیوں نہ کیا گیا اور اس کی اطلاع لوگوں کو کیوں نہ دیدی گئی ۔ لیکن اگر یہ فیصلہ آمد کے دن کا ہے اور قباء میں آمد صبح کے قریب ہوئی تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ آنحضور ﷺ نے یثرب میں قدم رنجہ ہوتے ہی فیصلہ کیا اور انصار کو اس کی اطلاع کر دی ۔ چونکہ روایات میں بنو اسلم کے آدمی کی معرفت پیغام بھیجنے کا ذکر ہے (۱٦۲) ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغام رساں حضرات ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی السہمی کے ساتھ آنحضور ﷺ سے راستہ میں آ ملے تھے اور ان کے ساتھ یثرب آئے تھے (۱٦۳) ۔ چنانچہ کیا عجب کہ بنو عمرو بن عوف میں اترنے سے قبل ہی آنحضور ﷺ نے اسلمیوں کو انصار بستیوں میں روانہ کر دیا ہو۔

صوم عاشوراء کے ذکر سے ایک اور بات سامنے آتی ہے یعنی ہمارے بزرگوں میں ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کی مقبولیت سمجھ میں آ جاتی ہے ۔ نہ صرف یہ کہ ۱۲ ربیع الاول فی الواقع مدینہ آنے بلکہ ایک لحاظ سے مدینہ پہنچنے کی تاریخ ہے اس میں آنحضور ﷺ کی آمد جیسے اہم واقعہ کا یہودی تہوار سے تعلق باقی نہیں رہتا جبکہ قباء میں آمد کی تاریخ (۸ ربیع الاول) بہرحال مدینہ آنے کی تاریخ نہیں اور یہودی صوم عاشوراء سے منسلک ہے (۱٦۴) ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ یثرب میں آمد کی تاریخ کے بجائے مدینہ میں آمد کی تاریخ کو اہمیت دی گئی اور بعد میں ان روایات سے مل کر جن میں یثرب میں آمد کا دن

دوشنبہ بتایا گیا تھا مدینہ بلکہ قباء میں بھی آمد کی تاریخ دوشنبہ/۱۲ ربیع الاول بن گئی ۔

غرضیکہ قباء میں آمد کی روایت جو حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ سے منسوب ہے شاذ بلکہ مجہول ہونے کے باوصف ہر طور پر قابل قبول ہے چنانچہ ہم نے قباء میں آمد کے سلسلے میں اسی روایت پر انحصار کیا ھے ۔

اب ھم مدینہ میں مختلف بستیوں سے گذر کر مسجد اور جائے رھائش کے انتخاب سے بحث کرتے ھیں ۔ ظاھر ہے کہ یہ قباء میں تشریف آوری کے دن کا واقعہ نہیں ۔ یہ واقعہ اس جمعہ کا ھو سکتا ہے جس دن بنو سالم میں نماز ادا کی گئی تھی ۔ اکثر روایات سے ایسا ھی معلوم ھوتا ہے ۔ یا اس دن کا واقعہ ھو سکتا ہے جس دن آنحضور ﷺ مدینہ منتقل ھوئے ۔ اکثر روایات سے ایسا ھی معلوم ھوتا ھے ۔ (اکثر روایات میں نماز جمعہ اور منتقلی کے واقعات ایک ھی دن ظہور پذیر ھوئے) ۔

ھم سمجھتے ھیں کہ یہ بات فیصلہ کن ہے کہ تمام روایات میں مسجد نبوی کی جگہ (یعنی مالک بن النجار میں) بالآخر اونٹنی کا بیٹھ جانا اور اکثر روایات میں حضرت ابو ایوب کا اپنے یہاں سامان لے جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ واقعہ منتقلی کے دن پیش آیا ۔ تمام روایات میں آیا ہے کہ ھر بستی کے انصار نے آنحضور ﷺ سے رھائش کی فرمائش کی جس سے صاف ظاھر ہے کہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ آنحضور ﷺ قباء سے مدینہ منتقل ھو رھے ھیں ۔

روایات میں غور کرنے سے ایک اور امر کا احساس ھوتا ہے ۔ ایک دن مسلح انصار کی معیت میں آنحضور ﷺ بنو سالم آئے ۔ یہ بنو عمرو بن عوف کے لوگ معلوم ھوتے ھیں۔اس دن کوئی ایک سو انصار جمعہ میں حاضر تھے (۱٦۵) ۔ ان میں سے بہت سے بنو عمرو بن عوف کے لوگ رھے ھونگے ۔ اس کے برعکس ایک دن بنو النجار کے رؤساء کو مطلع کرنے کے بعد آنحضور ﷺ حرہ کی پشت پر پہنچتے ھیں اور کوئی پانچ صد اشخاص کا مجمع اکٹھا ھو جاتا ہے جس میں اھل بادیہ بھی شامل ھیں (۱٦٦) ۔ صاف ظاھر ہے کہ دوسرا واقعہ آنحضور ﷺ کی منتقلی کے دن کا واقعہ ہے ۔

ایک اور بات بھی اس سلسلے میں پیش کی جا سکتی ہے ۔ وہ یہ کہ جمعہ کی نماز کا واقعہ ۲۴ ستمبر کی دوپہر کا ہے ۔ گرمی کے متعلق روایات آپ کے سامنے ھیں ۔ اس دن نماز کے بعد جلوس کا مدینہ کے گرد چکر لگانا کچھ بہت

مناسب سی بات معلوم نہیں ہوتی اسکے برعکس ۴ اکتوبر کی صبح میں مدینہ کے مختلف علاقوں سے گذر کر حضرت ابو ایوب کے یہاں اترنا قرین قیاس بات معلوم ہوتی ہے۔ (جاری . . .)

حواشی و حوالہ جات

۱۱۴ ـ فقد منا المدینة لیلاً ـ فتناز عوا ایهم ینزل علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ـ فقال انزل علی بنی النجار ، اخوال عبدالمطلب ، اکرمهم بذلک ، فصعد الرجال والنساء فوق البیوت ، وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق . ینادون ، یا محمد ـ یا رسول الله ـ یا محمد ـ یا رسول الله ـ (صحیح مسلم ، حدیث نمبر ۲۰۰۹ : الجزء الرابع ، صفحه ۲۳۱۱) ـ

ومضی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه حتی قدمنا المدینة ، فتلقاه الناس فخرجوا فی الطریق وعلی الا جاجیر فاشتد الخدم والصبیان فی الطریق یقولون الله اکبر ، جاءرسول الله صلی الله علیه وسلم ، جاء محمد ، قال ـ وتنازع القوم ایهم ینزل علیه ، قال ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ، انزل اللیلة علی بنی النجار اخوال عبدالمطب لاکرمهم بذلک ، فلما اصبح غذا حیث امر (مسند ابن حنبل ، حدیث نمبر ۳ ، صفحه ۱۵۵) ـ ومضی رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی قدم (صفحه ۱۲) المدینة وخرج الناس حتی دخلنا فی الطریق و صاح الناس والخدام والغلمان جاء محمد رسول الله ، الله اکبر جاء محمد رسول الله فلما اصبح انطلق فنزل حیث امر ـ (المستدرک ، الجزء الثالث ، صفحه ۱۳) ـ

ومضی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه حتی قدمنا المدینه لیلا ، فتنازعه القوم ایهم ینزل علیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی انزل اللیلة علی بنی النجار اخوال عبدالمطلب اکرمهم بذلک ، وخرج الناس حین دخلنا المدینه فی الطریق وعلی البیوت والغلمان والخدام صارخون ـ جاء محمد ، جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء محمد جاء رسول الله ، فلما اصبح انطلق فنزل حیث امر ـ (ابن سعد ، الطبقات الکبری ، الجزء الرابع صفحه ۳۶۶) ـ

۱۱۵ ـ ابن هشام ، صفحات ۳۱۶ تا ۳۲۳ ـ ابن سعد ، صفحه ۲۲۶ ـ

۱۱۶ دیکھئیے بخاری ، صفحه ۴۳ ـ مسلم صفحه ۲۳۰۹ ـ مسند ، صفحات ۱۵۴ ، و ، ۱۵۵ ـ ابن سعد ، بیروت جلد ۴ ، صفحات ۳۶۵ ـ ۳۶۶ ـ ہم صرف پہلی شب کے بارے میں بیان کو لیتے ہیں ـ امام بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے جواب میں فرمایا ، اخذ علینا بالرصد فخرجنا لیلا فاحیینا لیلتنا و یومنا حتی قام قائم الظهیره ـ امام مسلم کی روایت کے بموجب جواب یہ تھا

نعم ، اسرینا لیلتنا کلها حتی قام قائم الظهیرہ ۔
مسند کی روایت میں یوں آیا ہے ۔ خرجنا فادلجنا فاحثثنا یومنا ولیلتنا حتی اظہرنا و قام قائم الظهیرہ ۔
ابن سعد کی روایت کے بموجب جواب یہ تھا ۔ ادلجنا من مکہ فاحیینا ولیلتنا و یومنا حتی اظہرنا وقام قائم الظهیرة
بات ان سب میں ایک ھی بتائی گئی ہے کہ روانگی شب میں ہوئی اور سفر ساری رات اور دوسرے دن دوپہر تک جاری رہا لیکن الفاظ ان چار میں سے کسی دو کے بھی ایک نہیں ۔

۱۱۷ مستدرک ، الجزء الثالث ، صفحات ۱۲ ، ۱۳ ۔ اس میں اوائل شب میں تو کیا رات میں پہنچنے کا بھی واضح ذکر نہیں بلکہ اس روایت کے یہ معنی بھی نکالے جا سکتے ہیں کہ آمد شام کے وقت ہوئی ۔ علاوہ ازیں اس روایت میں سرے سے نہ تو بنو النجار میں قیام کا ذکر ہے اور نہ ھی اس میں انصار کے درمیان قیام کے بارے میں تنازع کا ذکر ہے ۔ غرضیکہ اگر دوسروں کی روایت کے پیش نظر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ آمد شب میں ہوئی اور آنحضور ﷺ نے بنو النجار میں ایک شب قیام فرمایا اور اس مفروضہ کی بنیاد پر الحاکم کی روایت کی تشریح کی جائے پھر بھی یہ روایت ، الفاظ کے استعمال کے لحاظ سے ۔ امام مسلم اور امام حنبل کی روایات سے بہت مختلف ہے ۔ بالکل یہی بات ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی کی روایت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے ۔ (دیکھیئے دلائل النبوة ، دوسری طباعت ، حیدر آباد دکن ، ۱۳٦۹ ـ ۱۹۵۰ ء ، صفحہ ۲۷۵) ۔

۱۱۸ ۔ امام مسلم کی روایت کے مطابق حضرت عازب نے کہا ۔ حدثنی کیف صنعتما لیلة سریت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم ، صفحہ ۲۳۰۹) ۔ امام ابن حنبل کی روایت کے مطابق سوال یہ تھا ۔ تحدثنا کیف صنعت حین خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانت معہ (مسند ، الجزء الاول ، صفحہ ۱۵۴) ۔ ابن سعد میں یہی فرمائش یوں آئی ہے ۔ تحدثنا کیف صنعت حین خرجتما و المشرکون یطلبونکم . (ابن سعد ، بیروت ، جلد ۳ ، صفحہ ۳٦۵) ۔ لیکن امام بخاری میں یہ روایت ہے . فسالہ عازب عن مسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری ، صفحہ ۳۴) مسیر کے معنی سفر کے بھی ھیں اور روانگی کے بھی ۔ لہذا ہم امام بخاری کی روایت میں بھی سوال کا تعلق روانگی تک محدود رکھ سکتے ھیں ۔ بہر حال ان چاروں روایات میں سے کسی میں بھی یثرب پہنچنے کے واقعات بعد کے واقعات کے بارے میں سوال نہیں پایا جاتا .

۱۱۹ ۔ ابن سعد (المجلد ، الرابع صفحہ ۳٦۵) کا بیان ہے کہ حضرت عازب اسلام لے آئے تھے۔ان کے بیٹے حضرت براء کے بارے میں الواقدی (بقول ابن سعد المجلد الرابع صفحہ ۳٦۸ ،) کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر وہ پندرہ سال کے تھے۔ابن

سعد انکا شمار ان اصحاب میں کرتے ھیں جو فتح مکہ سے قبل اسلام لا چکے تھے۔ لہذا حضرت عازب ان لوگوں میں ھونگے جنھوں نے استقبال کیا تھا یا کم از کم ایسے بہت سے لوگوں سے آنحضور کی آمد کے بارے میں سن چکے ھوں گے۔

۱۲۰۔ بخاری ، صفحہ ۳۸۔

۱۲۱۔ فتح الباری ، صفحہ ۹۳۔

۱۲۲۔ الجزء الثالث ، صفحہ ۸۔ الحاکم نے ابو بکر احمد بن کامل سے ، انھوں نے موسی بن اسحاق سے ، انھوں نے مسروق سے ، انھوں نے یحیی بن زکریا سے روایت کی ھے کہ ابن اسحاق نے محمد بن جعفر بن الزبیر اور محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حسین سے اور ان دونوں نے عروہ بن الزبیر سے اور انھوں نےحضرت عائشہ سے یہ روایت کی ھے۔ ابن ھشام میں ان منازل اور قباء میں بنو عمر و بن عوف میں پہنچنے کا ذکر ھے لیکن اسناد کے بغیر ابن اسحاق کا بیان ھے۔

۱۲۳۔ ابن ھشام ، صفحہ ۳۵۴۔ ابن الجوزی نے یہ روایت بغیر سند کے حضرت صفیہ سے بیان کی ھے (دیکھئیے صفحہ ۵۷) ابن حجر کے بیان کے مطابق ابو بکر بن حزم نے روایت کی ھے کہ رسول اللہ دو شنبہ کو قباء پہنچے۔ (فتح الباری ، صفحہ ۱۱۸)۔

۱۲۴۔ ابن سعد ، الجزء الرابع ، صفحہ ۳۶۳۔

۱۲۵۔ بخاری ، صفحہ ۴۰ ، ابن ھشام ، صفحہ ۳۳۳۔ فتح الباری ، صفحہ ۹۸ ، ۔ ابن کثیر ، البدایہ والنہایہ ، الجزء الثالث ، صفحہ ۱۹۰)۔ النـووی (بقول قسطلانی صفحہ ٦٧) ابن عبدالبر ، الدرر فی اختصار المغازی والسیر قاھرہ ، ۱۳۸٦۔ ھجری۔ ۱۹٦٦ء ، صفحہ ۹۱۔ طبری ، الجزء الثانی ، صفحہ ۲۴۸۔

۱۲٦۔ ابن ھشام ، صفحہ ۳۵۴

۱۲۷۔ ایضاً ، صفحہ ۳۵۳۔

۱۲۸۔ بخاری ، صفحہ ۴۲ ، روایت حضرت انس (لیکن اس روایت کے مطابق حضرت عبداللہ آنحضور ﷺ کے پاس اسوقت آئے جب وہ حضرت ابو یوب کے مکان پر پہنچے تھے۔ لیکن ھم نے ابن اسحاق کی روایت کو اسلئے ترجیح دی ھے کہ وہ حضرت عبداللہ کے خاندان کے کسی فرد کے ذریعہ خود حضرت عبداللہ تک پہنچتی ھے۔)۔

۱۲۹۔ ابو معشر نجیح (بقول قسطلانی صحفـہ ، ٦٧) ابن البرقی (بقول سمہودی ، صفحہ ۲۳٦) حضرت براء (مسند ، حدیث نمبر ۳) حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ (سمہودی ، صفحات ۲۳۴۔ ۲۳۵ : شائع شدہ متن میں جاریہ کے بجائے حارثہ آیا ہے . ابن سعد میں بھی ایک جگہ جاریہ کی بجائے حارثہ شائع ھوا ھے۔ لیکن جاریہ درست ھے دیکھئیے ابن سعد ، الجزء الخامس صفحہ ۸۴۔ نیز امام البخاری ، کتاب التاریخ الکبیر ، الجزء الرابع ، حیدر آباد ، دکن ، ۱۳٦۰ ھـ ، صفحات ۳۰۸ تا ۳۱۰)

۱۳۰۔ محمد اسلم ملک صاحب۔ دیکھئے نقوش کا رسول نمبر۔ جلد دوم۔ صفحات ۳۳۹۔ ۳۴۰)۔

۱۳۱ ۔ مثلاً ابن اسحاق (ابن ہشـــام ، صفحہ ۳۳۵) ۔ ابن سعد (صفحہ ۲۳٦):۔

۱۳۲ ۔ سمہودی ، صفحہ ۲۴۸ ۔

۱۳۳ ۔ بخاری ، صفحہ ۳۰ ۔ سمہودی ، صفحہ ۲۵۰ ۔

۱۳۴ ۔ بخاری ، صفحہ ۴۸ ، ابن سعد (صفحہ ۲۳۵)

۱۳۵ ۔ حضرت انس کا تعلق بنو النجار کے بطن بنو غنـم بن عدی بن النجار سے تھا ۔ دیکھیئے مثلاً ابن حجر العسقلانی ، کتاب تہذیب التہذیب ، حیـدر آباد ، دکن ۱۳۲۵ ھ جلد اول ، صفحہ ۳۷٦) ۔

۱۳٦ ۔ ہشام بن محمد بن سائب الکلبی کے بارے میں ابن عبدالبر وغیرہ کا بیـان ہے کہ ان کا کہنا تھا کہ آنحضور ﷺ جمعہ ۱۲ ۔ ربیع الاول کو مـدینہ پہنچے یا مـدینہ میں داخـل ہوئے ۔ اس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یثرب میں آمد کی تاریخ ہے اور ابن الکلبی کے بیان کے مطابق آنحضور ﷺ مکہ سے قباء نہیں بلکہ مدینہ آئے لیکن غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید ابن الکلبی نے قباء سے مدینہ آنے کا دن اور تاریخ بتائی ہے ۔ حسن اتفـاق سے ہمیں ایک روایت بھـی مـل گئی ہے ۔ مغلطائی (صفحہ اے ۔ ۷۲) کا بیان ہے کہ ابن الکلبی کا کہنا ہے کہ آنحضور ﷺ جمعہ ۱۲ ربیع الاول کو قباء سے مـدینہ تشریف لائے ۔ لہذا ابن الکلبی کے بیان کے لحاظ سے یہ دو واقعات دو مختلف دنوں کے ثابت ہوتے ہیں ۔

۱۳۷ ۔ بخاری ، صفحہ ۳۰ ۔

۱۳۸ ۔ ابن ہشام ، صفحات ۳۳۳ ۔ ۳۳۴ ۔

۱۳۹ ۔ ایضاً ، صفحہ ۳۳۳ ۔

۱۴۰ ۔ ایضاً ، صفحہ ۳۳۳ ۔

۱۴۱ ۔ دیکھیئے مثلاً ابن اسحاق (ابن ہشام ، صفحات ۳۰۵ ۔ ۳۰٦) ۔

۱۴۲ ۔ ابن سعد کا بیان یہاں پر اس کا الٹ ہے کہ آنحضور ﷺ ۲ ۔ ربیع الاول کو پہنچے لیکن کہا جاتا ہے کہ ۱۲ ۔ ربیع الاول کو پہنچے ۔ یہ ان کا بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے قبل صفحہ ۲۳۲ پر انکا بیـان ہے کہ غار ثور سے ۵ ۔ ربیع الاول کو روانہ ہوئے تھے ، نیز جلد دوم صفحہ ٦ پر وہی بیان ہے جو ہم نے یہاں اختیار کیا ہے یعنی ان کا بیان ۱۲ کا ہے جبکہ ۲ کی تاریخ کے بھی مروی ہونے کا ذکر ہے ۔

۱۴۳ ۔ ابن سعد ، صفحہ ۲۳۳ ۔

۱۴۴ ۔ رچرڈ برٹن ۔ صفحہ ۵۰ ، جلد دوم ۔

۱۴۵ ۔ دن کے ایک بڑے حصہ میں سفر تقریباً ناممکن ہوتا ہے اور اونٹ کی رفتار بھی متاثر ہوتی ہے ۔

۱۴٦ ۔ حضرت براء کی روایت ۔ بخاری ، صفحہ ۴۳ ۔ مسند ، حدیث نمبر ۳ ، مسلم حدیث نمبر ۲۰۰۹ ۔ ابن سعد ، الجزء الرابع ، صفحہ ۳٦۵ ۔

۱۴۷ ـ ابن سعد (صفحہ ۲۳۲) کی روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے ام معبد کے خیموں میں سہ شنبہ کے دن قیام کیا ـ ام معبد کے خیمے قدید میں تھے ـ جیسا کہ ابن سعد کے بیان اور ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے جنہیں ابن سعد نے نقل کیا ہے ـ مکہ سے قدید کا فاصلہ ۶۰ ، ۶۵ میل ہے (الحمدانی ، کتاب صفة جزیرة العرب ، مصر ، ۱۹۵۳ع
صفحہ ۱۸۵ ابن خرداذبہ ، کتاب المسالک والممالک ، لیڈن ، ۱۳۰۶ ـ ۱۸۸۹ ـ
صفحات ۱۳۱ اور ۱۸۷ نیز ۱۳۰ ـ ۱۳۱) آنحضور ﷺ روانگی کی شب اور دوسرے دن دوپہر تک پھر اغلباً دوسری شب اور دوسرے دن صبح کا کچھ حصہ سفر میں رہے تھے ـ اسطرح گویا دو دن بنتے ہیں ـ

۱۴۸ ـ سمہودی ، صفحہ ۲۳۹ ـ

۱۴۹ ـ مجھے مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ـ یثرب کی جغرافیائی صورت حال کے بارے میں میری معلومات کتابی ہیں جو زیادہ تر سمہودی اور ڈاکٹر حمیداللہ سے ماخوذ ہیں یا ہجرت سے متعلق روایات سے ـ ان روایات سے نیز برٹن کے خاکے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قباء حرہ میں واقع ہے اور آنحضور ﷺ کے زمانے میں مدینہ کی بستیوں اور حرہ کے درمیان میدانی علاقہ تھا ـ استقبال وغیرہ کے سلسلہ میں جس جگہ کا ذکر آتا ہے یہی جگہ ہو گی نیز جس جگہ کو برٹن مدرج کا نام دیتا ہے وہ بھی یہی جگہ رہی ہو گی ـ

۱۵۰ ـ اگر ان روایات کو جو عبدالرحمن بن عویم وغیرہ سے مروی ہیں قباء میں استقبال کے بارے میں متصور کر لیا جائے تو کوئی اور روایت میری نظر سے نہیں گذری جسکے متعلق کہا جا سکے کہ یہ مدینہ میں جمعہ کے دن استقبال کے بارے میں ہے یعنی جو اور روایات آئی ہیں انکا تعلق اس دن سے واضح طور پر نظر آتا ہے جس دن آنحضور ﷺ مدینہ منتقل ہوئے ـ

۱۵۱ ـ بخاری ، صفحہ ۳۸ ، (فتح الباری ، نمبر ۳۲ ۳۹) ـ امام البخاری کی التاریخ الصغیر(بحوالہ سمہودی ، صفحہ ۲۵۵) ـ ابن کثیر ، جلد سوم ، صفحات ، ۱۹۷ ، اور ۱۹۹ ـ ۲۰۰ ـ

۱۵۲ سمہودی ، صفحہ ۵۹ (ابن شبة کی معرفت عامر بن جابر کا بیان) ـ

۱۵۳ دیکھنیے ، صفحہ ۳۱ ـ

۱۵۴ ـ Battle fieldes صفحہ ۱۰ ـ

۱۵۵ ـ فتح الباری ، صفحہ ۹۷ (ابن حجر نے الحاکم کے واسطے سے عبدالرحمن بن عویم کی اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت نقل کی ہے ـ کستدرک کے ہجرت سے ، متعلق باب میں یہ روایت درج نہیں ابن اسحاق نے عبدالرحمن بن عویم سے جو روایت کی ہے اس میں ٹیلے کا ذکر نہیں ہے ـ)

۱۵۶ ـ فتح الباری ، صفحہ ۹۸ ، ـ دیار بکری ، ورقہ ۱۶۳ الف ـ سمہودی ، صفحہ ۲۳۶ ـ الزرقانی ، شرح المواهب اللدنیہ ، جلد اول ، صفحہ ۳۰۷ ـ

۱۵۷ - سمہودی ، صفحات ، ۲۳۴ - ۲۳۵ -

۱۵۸ - امام بخاری ، کتاب التاریخ الکبیر ، حیدر آباد (دکن) ، ۱۳۶۰ ھـ ، الجزء الرابع ، القسم الاول ، صفحات ۳۰۸ و ، ۳۰۹ اور ۳۱۰ - مجمع بن یعقوب بن مجمع بن یزید بن جاریہ کو امام بخاری قبائی بتاتے ھیں - ابن سعد (الجز الرابع ، صفحات ۳۷۱ ، ۳۷۲) یزید بن جاریہ اور مجمع بن جاریہ (جاریہ کے بجائے حارثہ شائع ہوا ھے) کو بنو عمرو بن عوف کے لوگوں میں شمار کرتے ھیں -

۱۵۹ - دیکھئیے احادیث کے مجامیع میں کتاب الصوم ، باب صوم عاشوراء - خصوصاً مسند ، حدیث نمبر ۲۵۰۸ ، - مسلم نمبر ۲۵۳۰ ، ۲۵۳۳ - جلد اول صفحہ ۳۹۸ (روایت حضرت سلمۃ بن الاکوع) اور ابن ماجہ اور نمبر ۱۷۳۵) -

۱۶۰ - ۱ ھجری میں صوم عاشوراء (۱۰ تشری ۴۳۸۳ عالمی - یہودی) دوشنبہ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ ء سے مطابق ہے یعنی ھجری تقویم میں دوشنبہ ۸ ربیع الاول سے - اگر آنحضور ﷺ کی آمد اس تاریخ سےہوئی تو ظاھر ہے کہ دوپہر کا وقت آمد کا وقت نہیں ہو سکتا کیونکہ صوم عاشوراء والی روایات میں صبح کا ذکر ہے - نیز یہ بھی ظاھر ہے کہ دوپہر کے وقت ستمبر کے ماہ میں یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ کسی نے کچھ کھا پی لیا ہے - یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس خیال سے کہ انصار بھی یہودیوں کے تتبع میں روزہ رکھتے ہوں پوچھا جائے کہ کون لوگ روزہ سے ھیں لیکن وہ سوال نہیں کیا جا سکتا جو روایات میں آیا ہے -

۱۶۱ - S B . Burnaby, Elements of Jewish and Muhammad en Calenders لندن ، ۱۹۰۱ ع ، صفحہ ۱۸۶ -

۱۶۲ - بخاری ، ۱۸۱۱ ، مسلم ، ۲۵۳۰ -

۱۶۳ - سمہودی ، صفحہ ۲۳۳ -

۱۶۴ - ھجری تقویم میں ۸ ربیع الاول ۱ ھجری یوم عاشوراء سے مطابق ھے - ۱۲ ربیع الاول ۱۴ تشری کو پڑتا ھے یعنی عاشوراء کے چار دن بعد - ھماری تطبیق کے لحاظ سے آنحضور ﷺ مدینہ میں (بمعنی مدینہ) جمعہ ۱۲ - ربیع الاول کو پہلی مرتبہ آئے - چونکہ وہ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تھے کہہ سکتے ھیں کہ وہ اس روز مدینہ پہنچے -

۱۶۵ - ابن سعد (صفحہ ۲۳۶ : لیڈن ، جلد اول ، حصہ اول ، صفحہ ۱۶۰) - یہ روایت بالآخر حضرت عائشہ اور یا حضرت علی اور یا حضرت ابن عباس تک پہنچتی ہے . یہ واضح طور پر جمعہ کے دن مدینہ آنے کا واقعہ ھے کہ اس میں نماز جمعہ اور سو اشخاص کے وھاں جمع ہونے کا ذکر ھے - الواقدی یا ابن سعد وغیرہ نے صرف یہ غلط نتیجہ نکالا کہ اس دن آنحضور ﷺ مدینہ بھی منتقل ہو گئے - یعنی اس روایت میں جو انصار کی رھائش کے سلسلہ میں درخواست مذکور ھے ھمارے خیال میں الواقدی یا کسی اور راوی نے دوسری روایات سے لیکر ملا دیا ھے کیونکہ

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام بستیوں سے گذرنے کے بعد آنحضور بنو سالم پہنچے اور نماز جمعہ ادا کی جبکہ دیگر تمام روایات میں آپ کو سب سے پہلے بنو سالم کے لوگ ٹھہرنے کے لئے کہتے ہیں۔

١٦٦ ۔ حضرت انس کی روایت (ابن کثیر ۔ صفحہ ۸ ۔ ١٩٧ ، بحوالہ امام ابن حنبل ۔ سمہودی ، صفحہ ٢٥٥ ، بحوالہ امام بخاری) ۔